AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

عدلیہ کے ادارہ جاتی پہلوؤں کا تعمیر شخصیت کے تناظر میں ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Institutional Aspects of the Judiciary from the Perspective of Personality Construction

Ushbah Amjad

PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur,
ushbah141@gmail.com

Dr. M Shafiq Anjum

Assistant Professr, Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur
shafiqanjum@iub.edu.pk

Abstract

This study presents an analytical exploration of the institutional dimensions of the judiciary through the lens of personality construction. It examines how the structural, ethical, and procedural frameworks within judicial institutions influence the formation, development, and expression of judicial personalities. By investigating the interplay between institutional norms and individual agency, the research highlights how judicial behavior, values, and decision-making are shaped by formal training, organizational culture, legal traditions, and the expectations of impartiality and integrity. Drawing on interdisciplinary perspectives—particularly from legal theory, sociology, and psychology—the study sheds light on the judiciary not merely as a legal apparatus but as a dynamic environment that molds individuals into authoritative figures entrusted with justice. The findings underscore the importance of institutional reforms, continuous professional development, and value-based education in strengthening both judicial independence and the character of those who serve within the system.

Key word: judiciary, Justice, political pressure, society, fundamental, independence

پاکستانی عدالتی نظام:۔

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖٓ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیرًا" [1]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچادو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

عدلیہ کی تعریف:

عدلیہ کا مادہ ہے ع، د، ل جس کے معنی ہیں انصاف کرنا۔

عدلیہ اس "نظامِ قانون" کو کہتے ہیں جو دنیا کے تمام ممالک میں رائج ہے۔ عدلیہ نظامِ عدل یعنی انصاف پسند۔ عدل کرنے والے کو قاضی، منصف یا جج کہا جاتا ہے اور جہاں انصاف یا عدل کیا جاتا ہے اس جگہ کو اردو میں عدالت اور انگریزی میں کورٹ (Court) کہا جاتا ہے۔

کسی بھی جمہوری معاشرے میں عدلیہ، مقننہ اور انتظامیہ اپنے اداروں کی روایات کی پاسداری کرتیں ہیں اور ایسا کرنے کیلئے وہ بڑی قربانی دینے کیلئے بھی تیار رہتی ہیں۔ معاشرے میں صاحب اقتدار اور طاقتور طبقات ہوتے ہیں اور ادارہ سازی کسی صورت ان کو ہضم نہیں ہوتی انکی خواہش ہوتی ہے کہ پسماندگی اپنی جڑیں اور زیادہ گہری کرتی چلی جائے۔ یوں اس ادارہ سازی کی کشمکش کے نتیجے میں کچھ معاشرے ارتقاء پذیر ہو کر ریاست اور عوام کے درمیان رشتہ پیدا کرتے ہیں جو ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں اور کچھ پسماندگی کا شکار ہو کر ناکامی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

پاکستان میں عدلیہ کی طاقت "آئین اور قانون" ہے اور اس کی تشریح کے تمام معاملات عدلیہ سے وابستہ ہوتے ہیں۔ دنیا بھر میں تنازعات کے حل کا ایسا ہی فریم ورک ہوتا ہے۔ لیکن اتنے زیادہ انتظامی اختیارات رکھنے کے باوجود کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں عدلیہ انتظامیہ سے نہ صرف مغلوب نظر آتی ہے بلکہ اسکے اختیارات بھی صرف کاغذی اختیارات بن کر رہ گئے ہیں۔ حالانکہ آئین کے آرٹیکل 204 میں یہ واضح طور پر تحریر ہے کہ عدلیہ پر اثر انداز ہونے کی صورت میں وہ کسی بھی شخص پر توہین عدالت کا مقدمہ چلا سکتی ہے اور سزا بھی دے سکتی ہے۔ دوسری طرف عدلیہ اپنے تحفظ کیلئے بھی انتظامیہ اور اسٹیبلشمنٹ پر انحصار کرتی ہے۔

پاکستانی عدلیہ کے اصول وضوابط اور طریقہ کار کا تعین پاکستان کا آئین کرتا ہے بنیادی طور پر پاکستانی عدالتوں کو دو طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے

1۔ اعلیٰ عدلیہ

2۔ ماتحت یا نچلی عدلیہ

جہاں تک اعلیٰ عدلیہ کا تعلق ہے تو یہ سپریم کورٹ آف پاکستان، پانچ ہائی کورٹس اور فیڈرل شریعت کورٹ پر مشتمل ہے جن میں سے سپریم کورٹ سب سے بلند مرتبہ رکھتی ہے اسی طرح اعلی عدلیہ میں وفاقی دارالحکومت کے ساتھ ساتھ تمام صوبوں میں سے ہر ایک کے لیے ایک باقاعدہ ہائی کورٹ ہے[2]

جبکہ ماتحت عدالتوں میں سول اور فوجداری ضلعی عدالتیں متعدد خصوصی عدالتیں، متعدد خصوصی ٹربیونلز ہیں جیسے بینکنگ کورٹس، فوجداری عدالتیں، اپنی مرضی کی عدالتیں، ڈرگ کورٹس، فیڈرل سروسز ٹربیونل، صوبائی خدمات کے ٹربیونلز (ہر صوبے کے لیے ایک) انکم ٹیکس ٹربیونلز، احتساب عدالتیں، انسداد دہشت گردی کی عدالتیں، لیبر کورٹس، لیبر اپیلیٹ ٹربیونل، ماحولیاتی عدالتیں، بورڈ آف ریونیو، خصوصی مجسٹریٹ عدالتیں، نشہ آور اشیاء کا کنٹرول، صارفین کی عدالتیں، انٹلیکچوئل پراپرٹی ٹربیونل، شرعی عدالتیں، دیوانی عدالتیں، انسداد دہشت گردی عدالتیں احتساب عدالتیں فیملی کورٹس وغیرہ۔[3]

قضاۃ کے بارے میں آیات قرآنیہ:

"قَالَ ٱلَّذِينَ ٱسۡتَكۡبَرُوٓاْ إِنَّا كُلّٞ فِيهَآ إِنَّ ٱللَّهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ ٱلۡعِبَادِ" [4]

"بڑے آدمی کہیں گے کہ تم بھی اور ہم بھی سب دوزخ میں رہیں گے خدا بندوں میں فیصلہ کر چکا ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"وَكَيۡفَ يُحَكِّمُونَكَ وَعِندَهُمُ ٱلتَّوۡرَىٰةُ فِيهَا حُكۡمُ ٱللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَۚ وَمَآ أُوْلَٰٓئِكَ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ"[5]

"اور یہ تم سے اپنے مقدمات کیوں کر فیصل کرائیں گے جبکہ خود ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں خدا کا حکم لکھا ہوا ہے یہ اسے جانتے ہیں پھر اس کے بعد اس سے پھر جاتے ہیں اور یہ لوگ ایمان ہی نہیں رکھتے۔"

"قُلۡ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٖ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبۡتُم بِهِۦۚ مَا عِندِي مَا تَسۡتَعۡجِلُونَ بِهِۦٓۚ إِنِ ٱلۡحُكۡمُ إِلَّا لِلَّهِۖ يَقُصُّ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ خَيۡرُ ٱلۡفَٰصِلِينَ "[6]

"کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار کی دلیل روشن پر ہوں اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ جس چیز (یعنی عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے ایسا حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔"

"وَأَنِ ٱحۡكُم بَيۡنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَهُمۡ وَٱحۡذَرۡهُمۡ أَن يَفۡتِنُوكَ عَنۢ بَعۡضِ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ إِلَيۡكَۖ فَإِن تَوَلَّوۡاْ فَٱعۡلَمۡ أَنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعۡضِ ذُنُوبِهِمۡۗ وَإِنَّ كَثِيرٗا مِّنَ ٱلنَّاسِ لَفَٰسِقُونَ"[7]

"اور ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ جو حکم خدا نے نازل فرمایا: ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو خدا نے تم پر نازل فرمایا: ہے یہ کہیں تم کو بہکانہ دیں اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ خدا چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔"

نبی کریم ﷺ کی سیرت ایک مثالی نمونہ ہے جو ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی فراہم کرتی ہے خصوصاً عدلیہ اور انصاف کے نظام میں نبی ﷺ کی عدلیہ میں دی گئی مثالیں اور اصولوں کے مطابق ایک جج کی سیرت کیسے تعمیر کی جاسکتی ہے۔ ذیل میں درج کیا جارہا ہے

اس کی تفصیل درج ذیل نکات کی روشنی میں بیان کی جاتی ہے:

1. انصاف کی فراہمی میں غیر جانبداری(Neutrality):۔

نبی کریم ﷺ ہمیشہ غیر جانبداری سے فیصلے کرتے تھے، چاہے معاملہ کسی عزیز یا قریبی شخص کا کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کے عدالتی فیصلوں میں کوئی بھی شخص اپنی حیثیت یا طاقت کی بنا پر خصوصی رعایت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔

مثال: جب قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، لوگوں نے سفارش کی کہ اسے معاف کر دیا جائے کیونکہ وہ معزز خاندان سے تعلق رکھتی تھی، لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دوں گا"[8]

2. عدل وانصاف میں تقویٰ اور خوفِ خدا:۔

نبی ﷺ کا ہر فیصلہ اللہ کے خوف اور تقویٰ پر مبنی ہوتا تھا۔ ایک جج کو بھی اپنے فیصلوں میں یہی تقویٰ اپنانا چاہئے کہ وہ جان لے کہ وہ اللہ کے سامنے جواب دہ ہے۔ قرآن کریم میں یہی حکم دیا گیا ہے: "بے شک اللہ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے"[9]

3. فیصلے شواہد ودلائل کی بنیاد پر کرنے کا حکم:

نبی کریم ﷺ ہمیشہ فیصلے کرنے سے پہلے شواہد اور دلائل کی جانچ کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مدعی پر ثبوت ہے اور منکر پر قسم ہے"[10] یہ اصول جج کے لیے رہنما اصول ہے کہ وہ کسی بھی فیصلے سے پہلے ٹھوس ثبوت کا مطالبہ کرے

4. تمام افراد کے ساتھ مساوات:۔

نبی ﷺ کی سیرت میں واضح طور پر دکھائی دیتا ہے کہ آپ نے کبھی بھی کسی امیر، غریب، مسلمان، یا غیر مسلم میں فرق نہیں کیا۔ ایک جج کو بھی چاہیے کہ وہ تمام افراد کے ساتھ مساوی سلوک کرے، بغیر کسی تعصب یا جانبداری کے۔

مثال: نبی کریم ﷺ نے ایک بار ایک یہودی اور مسلمان کے درمیان فیصلہ یہودی کے حق میں کیا، کیونکہ اس کے حق میں ثبوت موجود تھا۔

2. معاف کرنے کا جذبہ اور اصلاح کی کوشش:۔

نبی ﷺ نے ہمیشہ اصلاح کی کوشش کی اور لوگوں کو معاف کرنے کی تعلیم دی۔ جج کو بھی چاہیے کہ وہ انصاف کرتے وقت سخت فیصلے کرنے کی بجائے اصلاح کا موقع فراہم کرے، جب تک کہ یہ ممکن ہو۔

مثال: حضرت ماعز رضی اللہ عنہ جب زنا کا اعتراف کرنے آئے، تو نبی ﷺ نے بار بار ان سے پوچھا کہ کیا وہ غلطی سے اعتراف کر رہے ہیں، تاکہ انہیں توبہ کا موقع ملے۔[11]

1. نرمی اور شفقت:۔

نبی کریم ﷺ کے فیصلوں میں نرمی اور شفقت کا پہلو بھی نمایاں تھا، خاص طور پر جب کسی کمزور یا غریب کے حقوق کی بات ہوتی تھی۔ ایک جج کو بھی اپنے فیصلوں میں نرمی اور انسانی ہمدردی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

مثال: نبی ﷺ نے ہمیشہ رحم اور ہمدردی کی تعلیم دی، یہاں تک کہ جب کوئی شخص پہلی بار جرم کرتا، تو اسے معاف کرنے کا کہا۔

2. باہمی مشاورت (شوریٰ):۔

نبی ﷺ اہم فیصلوں میں مشاورت کا اصول اپناتے تھے۔ ایک جج کو بھی بعض اوقات پیچیدہ مسائل میں اپنے سینئرز یا متعلقہ ماہرین سے مشاورت کرنی چاہئے تاکہ بہترین اور درست فیصلہ کیا جاسکے۔

قرآن میں حکم: "اور ان کے معاملات آپس کی مشاورت سے چلاؤ"[12]

3. علم اور قانونی مہارت:۔

نبی ﷺ کے فیصلے قرآن و سنت کی گہری فہم و فراست اور علم پر مبنی ہوتے تھے۔ ایک جج کے لئے ضروری ہے کہ وہ قانون، اصول فقہ، اور اسلامی تعلیمات میں مہارت رکھتا ہو تاکہ وہ صحیح فیصلہ کر سکے۔

مثال: آپ ﷺ نے فرمایا: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"[13]

4. فیصلے میں تاخیر نہ کرنا:۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ جلدی اور صحیح فیصلے کرنے کو ترجیح دی تاکہ انصاف میں تاخیر نہ ہو۔ ایک جج کو بھی چاہیے کہ وہ بروقت اور بغیر کسی غیر ضروری تاخیر کے فیصلہ کرے۔

حدیث: "انصاف میں تاخیر کرنا ناانصافی ہے"[14]

5. اللہ کی رضا کو مقدم رکھنا:۔

نبی کریم ﷺ کے ہر فیصلے کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہوتا تھا۔ ایک جج کو بھی چاہیے کہ وہ ذاتی یا دنیاوی مفادات کو پس پشت ڈال کر صرف اللہ کی رضا کے لیے انصاف کرے۔

قرآن کی تعلیم: "اور انصاف کے وقت تمہیں لوگوں سے نفرت بھی عدل کے دائرے سے باہر نہ کرے"[15]

نبی کریم ﷺ کی سیرت ایک جج کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ایک جج کو غیر جانبداری، عدل، تقویٰ، نرمی، علم اور ذمہ داری کے ساتھ فیصلے کرنے چاہئیں۔ نبی ﷺ کی زندگی سے جج کو یہ سیکھنا چاہئے کہ انصاف صرف قوانین کے نفاذ کا نام نہیں بلکہ اس کے پیچھے مقصد انسانیت کی خدمت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے جج یا قاضی کے لئے مکمل رہنمائی اور اصول فراہم کیے جاسکتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت ایک مثالی نمونہ ہے جو قاضی کے لئے انصاف، دیانت داری، عدل، اور حکمت کے اصولوں پر مبنی ہے۔

ایک جج یا قاضی اپنی سیرت اور فیصلوں میں نبی کریم ﷺ کی سیرت سے کس طرح رہنمائی لے سکتا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. غیر جانبداری اور انصاف کی بنیاد پر فیصلے کرنا:۔

نبی کریم ﷺ کا عدالتی نظام ہمیشہ غیر جانبدار اور منصفانہ ہوتا تھا۔ ایک جج کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح کی جانبداری اور تعصب سے پاک ہو۔ نبی ﷺ نے کبھی بھی کسی شخص کی سماجی حیثیت یا تعلقات کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ یہ اصول جج کے لئے اہم ہے کہ انصاف کرتے وقت کسی کی معاشرتی حیثیت یا عہدہ کو نہ دیکھے، بلکہ صرف عدل کو ترجیح دے۔

مثال: جب قبیلہ مخزوم کی ایک معزز عورت نے چوری کی، تو لوگوں نے سفارش کی کہ اسے معاف کر دیا جائے، لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا"[16]

2. دلیل اور شواہد کی بنیاد پر فیصلہ کرنا:

نبی کریم ﷺ کا اصول یہ تھا کہ فیصلے ہمیشہ دلیل اور شواہد کی بنیاد پر کیے جائیں۔ اگر کسی معاملے میں ثبوت پیش نہ کیا جائے تو فیصلہ کرنے میں احتیاط برتی جاتی۔

مثال: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مدعی پر ثبوت ہے اور منکر پر قسم ہے"[17]

ایک جج کو ہمیشہ شواہد اور گواہوں کی بنیاد پر فیصلے کرنا چاہیے، بغیر کسی جذباتی یا ذاتی اثرات کے۔

3. حکمت اور صبر کا مظاہرہ کرنا

نبی ﷺ ہمیشہ صبر اور حکمت سے فیصلے کرتے تھے۔ جج کو بھی صبر، برداشت اور حکمت کے ساتھ ہر معاملے کا جائزہ لینا چاہیے تاکہ وہ درست اور بہترین فیصلہ کر سکے۔

مثال: نبی ﷺ نے ہمیشہ لوگوں کو توبہ کا موقع دیا اور اصلاح کی کوشش کی، جیسے حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے معاملے میں جب انہوں نے زنا کا اعتراف کیا تھا۔[18]

یہ حکمت جج کے لئے ایک رہنمائی ہے کہ وہ سخت فیصلوں سے پہلے اصلاح اور نرمی کا پہلو بھی دیکھے۔

4. مساوی سلوک

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں سب کے ساتھ برابر کا سلوک کرنے کی مثالیں ملتی ہے، چاہے معاملہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ ایک جج کو چاہیے کہ وہ ہر شخص کے ساتھ مساوی سلوک کرے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرے۔

مثال: نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ یہودی اور مسلمان کے درمیان زمین کے تنازع کا فیصلہ یہودی کے حق میں کیا کیونکہ شواہد اس کے حق میں تھے۔[19]

یہ اصول جج کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ عدل کرتے وقت مذہب، قومیت یا سماجی مرتبہ کو مد نظر نہیں رکھنا چاہیے۔

5. معافی اور اصلاح کا جذبہ

نبی ﷺ ہمیشہ معافی اور اصلاح کی کوشش کرتے تھے، اور سخت سزاؤں سے پہلے لوگوں کو توبہ کرنے اور اپنی زندگی سدھارنے کا موقع دیتے تھے۔ جج کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ قانون کے نفاذ کے ساتھ ساتھ اصلاح اور معافی کو بھی مد نظر رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو شخص لوگوں کو معاف کرتا ہے، اللہ اسے معاف کر دیتا ہے"[20]

یہ اصول جج کو رہنمائی دیتا ہے کہ وہ اپنے فیصلوں میں اصلاح اور معاشرتی بہتری کا پہلو بھی مد نظر رکھے۔

6. مشاورت اور معاملہ فہمی

نبی کریم ﷺ اہم فیصلے کرنے سے پہلے مشاورت کو ترجیح دیتے تھے۔ ایک جج کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ پیچیدہ معاملات میں ماہرین سے مشاورت کرے اور مکمل معاملے کی فہم حاصل کرے۔

قرآن میں مشورہ کا حکم ہے: "اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے چلاؤ"[21]

جج کو ہمیشہ معاملے کی گہرائی تک پہنچنے کے لیے مشاورت اور مزید تحقیق پر غور کرنا چاہیے۔

7. فیصلوں میں شفافیت اور دیانت داری

نبی کریم ﷺ کی سیرت میں دیانت داری اور شفافیت نمایاں ہے۔ ایک جج کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے فیصلے میں مکمل دیانت داری اور شفافیت کا مظاہرہ کرے، تاکہ کوئی شک یا بدگمانی باقی نہ رہے قرآن کی تعلیم:

"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل لوگوں کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل سے کرو"[22]

8. فیصلے جلدی مگر صحیح طور پر کرنا

نبی کریم ﷺ انصاف کی فراہمی میں تاخیر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک جج کو چاہیے کہ وہ وقت پر اور درست فیصلے کرے تاکہ انصاف میں تاخیر نہ ہو۔ حدیث: "انصاف میں تاخیر کرنا ناانصافی ہے"[23]

9. تقویٰ اور خدا کا خوف

نبی ﷺ ہمیشہ اپنے فیصلوں میں اللہ کی رضا اور تقویٰ کو مد نظر رکھتے تھے۔ ایک جج کو بھی اپنے ہر فیصلے میں اللہ کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا احساس ہونا چاہیے۔ مثال: نبی ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا"[24]

10. دنیاوی لالچ سے پاک رہنا

نبی کریم ﷺ ہمیشہ دنیاوی لالچ سے پاک رہتے تھے اور جج کو بھی یہی رویہ اپنانا چاہیے۔ کسی بھی قسم کا لالچ یا ذاتی مفاد انصاف کے راستے میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

مثال: آپ ﷺ نے فرمایا: "دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں، وہ اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا مال اور عہدے کی محبت انسان کے دین کو نقصان پہنچاتی ہے"[25]

1. قاضی کو تحفہ لینے سے روکا گیا ہے

جس طرح کہ حدیث پاک میں ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:" مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلَى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا فَمَا أَخَذَ بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ غُلُولٌ"[26]

بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "ہم جس کو کسی کام کا عامل بنائیں اور ہم اس کی کچھ روزی (تنخواہ) مقرر کر دیں پھر وہ اپنے مقررہ حصے سے جو زیادہ لے گا تو وہ (مال غنیمت میں) خیانت ہے"۔

اسی طرح دوسری حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالی رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرماتا ہے۔

"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ:" لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي"[27]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے، اور رشوت لینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔

2. غصے کی حالت میں قاضی کو کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے:۔

جس طرح کہ حدیث پاک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غصے کی حالت میں فیصلہ کرنے سے منع فرمایا: ہے۔

"حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:" لَا يَقْضِي الْحَكَمُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، وَهُوَ غَضْبَانُ"[28]

"ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے اپنے بیٹے کے پاس لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہے:"غصے کی حالت میں قاضی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے"

3. قاضی کو چاہیے کہ وہ دونوں فریقین کی باتوں کو اچھی طرح سن کے فیصلہ کرے:۔

جس طرح کی حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن کا غازی بنا کر بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جبکہ میں نوجوان ہوں اور میں منصب قضا کا زیادہ علم بھی نہیں رکھتا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تیرے دل کی رہنمائی فرمائے گا اور تیری زبان کو لغزش سے محفوظ رکھے گا جب تیرے پاس دو فریق کوئی مقدمہ لے کر آئیں تو اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک دونوں فریقوں کی بات اچھی طرح نہ سن لینا معاملہ کی حقیقت اور فیصلہ کی نوعیت واضح طور پر جاننے کے لیے یہ انتہائی آسان طریقہ ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ "اس کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے میں کبھی غلطی کا شکار نہیں ہوتا تھا۔"[29]

4. قاضی کو چاہیے کہ وہ گواہوں کی گواہی کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرے:۔

جس طرح کہ حدیث پاک میں ہے کہ عمار بن خزیمہؓ جن کے چچا صحابی رسول تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی آدمی سے گھوڑا خریدا اور فرمایا: میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اس کی قیمت ادا کرتا ہوں نبی کریم ﷺ تیز چلنے لگے جبکہ دیہاتی آہستہ چل رہا تھا لوگ دیہاتی سے گھوڑے کا بھاؤ کرنے کے لیے اس کے پاس آنے لگے انہیں معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ یہ گھوڑا خرید چکے ہیں تو دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بلایا اور کہا اگر آپ ﷺ اس گھوڑے کو نہیں خریدنا چاہتے تو میں کسی اور کو بیچ دیتا ہوں نبی کریم ﷺ نے جب دیہاتی کی آواز سنی تو آپ رک گئے اور فرمایا: کیا میں نے تجھ سے یہ گھوڑا نہیں خریدا تو دیہاتی کہنے لگا اللہ کی قسم میں نے آپ کو یہ نہیں بیچا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے تجھ سے یہ خریدا ہے دیہاتی کہنے لگا اگر ایسا ہے تو پھر کوئی گواہ پیش کرو۔ خزیمہ بن ثابتؓ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں

کہ تونے یہ گھوڑا نبی کریم ﷺ کو بیچا ہے نبی ﷺ نے خزیمہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تو کس چیز کی گواہی دے رہا ہے وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کی تصدیق کر رہا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے خزیمہؓ کی گواہی دو آدمیوں کے قائم مقام قرار دے دی۔

5. گواہ کی غیر موجودگی میں قسم سے فیصلہ کرنا:۔

قاضی کو چاہیے کہ جب گواہ موجود نہ ہو سکے، حاضر نہ ہو سکے تو وہ قسم لے گا پھر فیصلہ کرے گا جس طرح کہ حدیث پاک ﷺ میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کچھ سامان کے سلسلے میں جھگڑا لے کر آئے دونوں میں کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: کہ وہ قسم پر قرعہ اندازی کریں چاہے وہ اسے پسند کرتے ہیں یا نہ پسند اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے پھر جس کے حق میں قرعہ نکل آئے وہ اپنے دعوٰی کے ثبوت میں قسم اٹھائے تو وہ اس چیز کا حقدار ٹھہرے گا، اس سے ثابت ہوا کہ جب قاضی کے پاس گواہ موجود نہ ہو سکیں تو قاضی کو چاہیے کہ وہ پہلے قسم لے پھر فیصلہ کرے۔

6. اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا:۔

قاضی اپنے علم کی بنا پر بھی فیصلہ کر سکتا ہے اس کی تصریح اس حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر آئے چنانچہ دوسرے پر قسم لاگو ہو گئی تو اس نے قسم اٹھائی کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میرے ذمہ میں اس کا کوئی حق نہیں عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ فوراً نبی کریم ﷺ پر حضرت جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ جھوٹا ہے اس کے ذمے دوسرے کا حق ہے تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کا حق دے اور آپ ﷺ نے اس کو توحید کلمہ طیبہ کی شہادت کی بنا پر اس سے قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔[30]

7. گواہ برابر ہونے کی صورت میں برابر فیصلہ کرنا:

قاضی کو چاہیے کہ جب دونوں فریقوں میں سے ہر ایک کے گواہ برابر ہوں تو ان دونوں فریقوں کے درمیان برابری کا فیصلہ کرے کسی ایک کی سائیڈ لیتے ہوئے دوسرے کے خلاف فیصلہ ہر گز نہ کرے جس طرح کہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس ایک اونٹ کا مقدمہ درج کروایا دونوں میں سے کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس اونٹ کی قیمت کو ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔[31]

اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب دو فریقوں میں سے کسی کے پاس کوئی گواہ موجود نہ ہو تو جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں اس کو برابر برابر تقسیم کر دینا چاہیے۔

1. شدید غصے کی حالت میں قاضی کو فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

امام نسائی، امام مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو بکر کی روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لا يَحْكُمْ أَحَدٌ بيْنَ اثْنَيْنِ وهو غَضْبانُ"[32]

"تم میں سے کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ خون کے کھولنے سے پیدا ہوتا ہے اس حالت میں بندے کی آنکھوں پر اس طرح پردہ پڑ چکا ہوتا ہے کہ وہ حق اور باطل کے درمیان فرق نہیں کر سکتا جبکہ اللہ تعالی کی شریعت تو قائم ہی حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے پر ہے۔اس لیے نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا کہ جج کو غصے کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جب تک کہ وہ اپنے آپ پر کنٹرول نہ کرلے تاکہ غصے کی حالت میں وہ حق کے خلاف فیصلہ نہ دے دے۔

2. ایک جج کو چاہیے کہ پہلے وہ دونوں فریقوں کی باتوں کو سنے پھر فیصلہ کرے

مولا علیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إذا تقاضَى إليكَ رجلانِ فلا تقضِ للأوَّلِ حتَّى تسمعَ كلامَ الآخرِ ، فسَوفَ تدري كيفَ تقضي"[33]

"جب تمہارے پاس کوئی دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر آئیں تو دوسرے کی بات سنے بغیر پہلے کے حق فیصلہ نہ دیں کیونکہ دوسری بات سن کر تمہیں معلوم ہو گا کہ فیصلہ کیا کرنا چاہیے۔"

3. جج کو چاہیے کہ وہ دونوں فریقوں کو اپنے سامنے بیٹھنے میں برابر جگہ دے

حضرت محمد بن نعیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا انہوں نے کہا کہ حارث بن حکم آئے اور اس گدے پر بیٹھ گئے جس کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ ٹیک لگائے ہوئے تھے حضرت ابو ہریرہؓ سمجھے کہ وہ مقدمے کے علاوہ کوئی اور کام کے لیے آئے ہیں اتنے میں ایک اور آدمی بھی آگیا اور حضرت ابو ہریرہؓ کے سامنے بیٹھ گیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس سے پوچھا کہ کیسے آئے ہو اس نے عرض کی کہ حارث نے مجھ سے زیادتی کی ہے پھر ابو ہریرہ نے حارث کو کہا کہ اٹھو اور اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھو کیونکہ یہ ابو القاسم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے دونوں کو ایک ساتھ بٹھانا اس لیے ضروری ہے کہ اگر اس سلسلے میں ایک فریب کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے گا تو اس کی عزت افزائی ہو گی ہے اور دوسروں پر زیادتی کرنے کے لیے اس کا حوصلہ بڑھے گا۔[34]

4. جج کو چاہیے کہ وہ دونوں فریقوں کو دیکھنے اور اشارہ میں برابر رکھے:

اس لیے کہ فریقین میں سے کسی ایک کو اس بات کا شبہ تک نہیں ہونا چاہیے کہ جج دوسرے فریق کی طرف مائل ہے کہ کہیں اس وجہ سے وہ اپنے حق کے مطالبے میں کمزوری محسوس نہ کرے۔جج کو چاہیے کہ وہ کسی ایک فریق کو زیادہ بلند آواز سے نہ پکارے۔

5. جج کو چاہیے کہ وہ فریقین میں سے کسی ایک فریق کو مہمان نہ بنائے:

حضرت اسماعیل بن مسلمؒ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب کوفہ میں تھے اس زمانے میں ایک آدمی ان کے ہاں مہمان بن کر آیا پھر اس نے ایک مقدمہ آپ کے سامنے پیش کیا حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ اب تم فریق مقدمہ ہوا اس لیے میرے گھر سے کسی دوسری جگہ منتقل ہو جا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فریقین میں سے ایک فریق کو مہمان بنانے سے منع فرمایا: ہے جب تک کہ ہم دوسرے فریق کو بھی مہمان نہ بنائیں یہ حکم فریقین میں مکمل مساوات ملحوظ رکھنے کے لیے ہے۔

6۔ جج کو چاہیے کہ وہ ایک امیر اور غریب آزاد اور غلام کے درمیان برابری کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ارشاد فرمایا:

" عن عَبْد اللَّهِ بْن عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: (إِنَّمَا النَّاسُ كَالإِبِلِ المِائَةِ ، لاَ تَكَادُ تَجِدُ فِيهَا رَاحِلَةً[35]

"لوگوں کی مثال ان سو اونٹوں کی طرح ہے جن میں شاید تمہیں سواری کے قابل ایک بھی نہ ملے۔"

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں سب لوگ برابر ہیں یہاں حسب و نسب کی بنیاد پر کوئی معزز اور غیر معزز اور کوئی ادنیٰ اور کوئی اعلیٰ نہیں ہے جیسے کہ سو اونٹوں میں کوئی بھی سواری کے قابل نہ ہو اور اس لحاظ سے وہ سب برابر ہیں اس لیے قاضی کا فرض ہے کہ وہ فیصلوں میں معزز اور غیر معزز، غلام، بڑے، چھوٹے، مالدار اور مفلس میں کوئی فرق نہ کرے اس طرح انسانی معاشرے میں مکمل برابری کی فضا رونما ہو گی۔

6. جج کو بھوک اور پیاس کی حالت میں بھی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے:۔

چنانچہ قاضی شریح کو جب غصہ آجاتا یا شدید بھوک اور پیاس لگ جاتی تو وہ اٹھ کر کھڑے ہوتے اور اس وقت فیصلہ نہ کرتے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بھوک اور پیاس کی شدت آدمی کی سوچ پر اثر انداز ہوتی ہے اور بسا اوقات اس حالت میں بس یہ حقیقت تک نہیں پہنچ پاتا۔ عدلیہ سے منسلک افراد کی تعمیر سیرت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کی تعلیمات کہ مرکزی نکات یہ ہے.

7. خصوصی و انفرادی حقوق رعایت و ضمانت:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معیار عدل کا دارومدار صرف اجتماعی زندگی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا ہر شہری یکساں حقوق رکھتا ہے اس لیے عدلیہ پر لازم ہے کہ وہ ہر انسان کی مال و جان چادر اور چار دیواری عزت و آبرو کے تحفظ کا اہتمام کرے ہر شخص کے حقوق کی پاسداری کرنا عدلیہ پر لازم ہے اگر تمام شہریوں کو برابر عدالتی حقوق حاصل نہیں ہے تو اس صورت میں ایسی عدلیہ سیرت رسول پاک ﷺ کی روشنی انتہائی ناقص ہے۔ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا" [36]

"بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچادو، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، بے شک اللہ تمہیں نہایت اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

شخصی اور انفرادی آزادی اسلامی عدل و انصاف کی ایک بہت ہی خوبصورت خوبی شخصی و انفرادی آزادی ہے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہر شخص کو ہر قسم کی بالادستی اور استحصال سے بچایا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہی واقعہ شخصی و انفرادی آزادی کی تحفظ کے لیے کافی ہے۔

قانون کی بالادستی:۔

اسلامی نظام عدل و قضا کی تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر آزاد، غلام، امیر، غریب کمزور، توانا گورے، کالے یا حاکم و محکوم میں کوئی فرق نہیں اور قانون کی نظر میں سب کے سب برابر ہیں اس نظام میں بادشاہ یا امیر مملکت بھی عدالت کے روبرو ویسے ہی کھڑا ہو گا جس طرح کہ ایک عام آدمی کھڑا ہوتا ہے اور اپنے مقدمے کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ کے ساتھ مقدمے کے وقت جب حضرت زید بن ثابتؓ کی عدالت میں پہنچے تو آپ کو دیکھ کر حضرت زیدؓ نے درمیان میں فرش پر جگہ کشادہ کر دی اور عرض کیا امیر المومنین یہاں تشریف رکھیے اس پر حضرت عمرؓ نے یہ ارشاد فرمایا:

"هذا اول جور جريت فی حكمك ولكن اجلس مع خصمی"[37]

"یہ پہلا ظلم ہے جو تمہارے فیصلے میں ہوا ہے میں تو اپنے مد مقابل کے ساتھ ہی بیٹھوں گا۔"

1۔ منصب قضاء کو نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بہت مشکل قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس کو منصب قضا پر فائز کیا گیا گویا کہ وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔

2۔ منصب قضاء ایسا منصب ہے کہ جس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہو گا۔

3۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک شریعت کا حصول پیش کیا ہے کہ جس شخص کا ظلم عدل پر غالب رہا تو وہ آگ کا مستحق ہو گا اور جس کا عدل غالب رہا تو جنت میں جائے گا۔

4۔ اللہ تبارک و تعالی ہر اس جج کی مدد فرماتا ہے جو اپنے منصب کا حق ادا کرتا ہے لیکن جو جج عدل کی بجائے ظلم کر لیتا ہے تو اللہ تعالی کی مدد سے محروم ہو کر شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے۔

5۔ اگر کوئی شخص سفارشوں کی بدولت عہدہ قضا کو حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تبارک و تعالی کی مدد سے محروم رہ جاتا ہے اور جس شخص کو بغیر خواہش کے یہ عہدہ مل جاتا ہے تو اللہ تعالی کی خصوصی معاونت اس کے شامل حال رہتی ہیں۔

6۔ لوگوں پر عورت کو قاضی نہیں بنایا جاسکتا

7۔ جس قوم کی سربراہی کسی عورت کے ہاتھ میں ہو تو وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

8۔ فیصلہ میں اسلام اور غیر اسلام کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ حق والے کا حق دیا جاتا ہے /

9۔ فیصلہ کتب سماویہ کے مطابق کیا جاتا ہے۔

10۔ ایک فیصلہ ایک قاضی سے دوسرے قاضی کی طرف بھی لے کر جایا جاسکتا ہے۔

11۔ بسا اوقات قاضی درست فیصلہ کی بہت کوشش کرتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ فیصلہ غلط کر بیٹھتا تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہو گا۔

12۔ کسی لالچ کی بنا پر کسی ایک گروہ کے حق میں فیصلہ دینا یہ بڑا گناہ ہے اس بارے میں قرآن پاک میں ممانعت ہے۔

13۔ اگر کوئی قاضی فیصلہ میں دانستہ غلطی کر بیٹھتا ہے تو قاضی پر تاوان لازم ہو گا۔

14۔ ایسا طبیب اور ڈاکٹر جو بغیر واقفیت طبی مسائل کے کوئی علاج وغیرہ کرتا ہے اور اس میں خطا کر بیٹھتا ہے تو اس پر تاوان لازم ہے۔

15۔ کسی ایک کے جرم میں کسی دوسرے کو پکڑنا روا نہیں ہے جس کا جرم ہے اسی کو پکڑا جائے اور اسی کو سزا دی جائے۔

16۔ اگر کسی طرف سے قصاص کو معاف کر دیا گیا ہے یعنی امان دے دی گئی ہے تو امان دینے کے بعد پھر قصاص کا بدلہ لینا جائز نہیں ہے۔ جس طرح کہ بنی خشخاش کے لوگوں کو اس سلسلے میں امان لکھ کر دی گئی

17۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم نہ کرنا:۔

ابو اسودؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس ایک جھگڑا لے کر آئے آپ ﷺ میں ان دونوں کے درمیان فیصلہ فرمادیا جس آدمی کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا عمرؓ کے پاس چلتے ہیں جب وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو جس آدمی کے حق فیصلہ کیا گیا تھا اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ میرے حق میں دیا ہے لیکن اس نے کہا کہ عمرؓ کے پاس چلتے ہیں حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا کیا ایسے ہی ہے اس نے جواب دیا جی ہاں حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم دونوں رکو میں ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں تو حضرت عمرؓ تلوار لے کر آئے اور منافق کی گردن اڑادی جس نے نبی کریم ﷺ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

"اختصم رجلان إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقضى بينهما، فقال الذي قضى عليه: ردنا إلى عمر بن الخطاب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "انطلقا إليه" فلما أتيا إليه قال الرجل: يا ابن الخطاب، قضى لي رسول الله صلى الله عليه وسلم على هذا، فقال: ردنا إلى عمر. فردنا إليك. فقال: أكذاك؟ فقال: نعم فقال عمر: مَكَانَكُمَا حتى أخرج إليكما فأقضي بينكما. فخرج إليهما مشتملا على سيفه، فضرب الذي قال رُدَّنا إلى عمر فقتله، وأدبر الآخر فارا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله قتل عُمَر والله صاحبي، ولولا أني أعجزتُه لقتلني، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ما كنت أظن أن يجترئ عُمَر على قتل مؤمن" فأنزل الله: { فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ } الآية[38]

قاضی کا جھگڑے کو نچلے قاضی کی طرف بھیجنا:۔

ماوردی کہتے ہیں کہ روایت کیا جاتا ہے کہ دو آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا: میرے پاس ایک گدھا تھا اور اس کے پاس گائے تھی۔ اس کی گائے نے میرے گدھے کو ہلاک کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیقؓ کو حکم دیا۔ ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا: جانوروں پر کوئی تاوان نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے عمرؓ سے فرمایا: تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے علیؓ کو حکم دیا: کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو علیؓ نے ان سے پوچھا: کیا وہ دونوں جانور آزاد تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں: پھر حضرت علیؓ نے پوچھا کہ کیا وہ دونوں بندھے ہوئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں، حضرت علیؓ نے پھر پوچھا: کیا گائے بندھی ہوئی اور گدھے آزاد تھا، انہوں نے کہا: نہیں، حضرت علیؓ نے دوبارہ پوچھا: کیا گدھا بندھا ہوا اور گائے آزاد تھی، وہ کہنے لگے: ہاں۔ تو حضرت علیؓ نے فیصلہ کیا کہ گائے کے مالک پر تاوان ہے۔

"قَالَ الْمَاوَرْدِي وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ رَجُلَيْنِ أَتَيَا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ أَحَدُهُمَا: إِنَّ لِي حِمَارًا وَلِهَذَا بَقَرَةً وَإِنَّ بَقَرَتَهُ قَتَلَتْ حِمَارِي . فَقَالَ: لأَبِي بَكْرٍ اقْضِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ: لاَضَمَانَ عَلَى الْبَهَائِمِ فَقَالَ لِعُمَرَ: أَقْضِ بَيْنَهُمَافَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ لِعَلِيٍّ اقْضِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ عَلِيٌّ : أَكَانَا مُرْسَلَيْنِ؟ فَقَالاَ : لا ، قَالَ: أَكَانَا مَشْدُودَيْنِ؟ قَالَا: لا . قَالَ: أَفَكَانَتْ الْبَقَرَةُ مَشْدُودَةً وَالْحِمَارُ مُرْسَلًا قَالا: لا. قَالَ أَفَكَانَ الْحِمَارُ مَشْدُودًا وَالْبَقَرَةُ مُرْسَلَةً قَالَا:نَعَمْ . قَالَ: عَلَى صَاحِبِ الْبَقَرَةِ ضَمَانُ" [39]

- **غیر مستحق کے لیے فیصلے کے بنا پر دوسرے کا جائز نہیں ہوتا۔**

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنے حجرہ کے دروازے کے سامنے لوگوں کے جھگڑنے کی آواز سنی اور آپ ﷺ ان کے پاس باہر آئے اور فرمایا: میں انسان ہی ہوں، میرے پاس جھگڑے آتے ہیں تم میں سے کسی کو سچا سمجھتے ہوئے ممکن ہے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں اور کسی مسلمان کا حق اس کو دے دوں، لیکن وہ سمجھ لے کہ یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے، وہ چاہے تو اسے لے لے یا چاہے تو اسے چھوڑ دے۔

"عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوجِ النَّبِيِّ ﷺ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ خُصُومَةٌ بِبَابِ حُجْرَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَإِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ أَنْ يَكُونَ أَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ أَنَّهُ صَادِقٌ فَأَقْضِي لَهُ بِذَلِكَفَمَنْ قَضَيتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَإِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا أَوْ لِيَتْرُكْهَا" [40]

- **جج پہلے معاملے کی پوری تحقیق کرے پھر انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے:۔**

سدی بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے جن میں ایک تونگر اور دوسرا فقیر تھا۔ آپ ﷺ کا جھکاؤ فقیر کی طرف تھا، کیونکہ آپ ﷺ کا خیال تھا کہ فقیر تونگر پر ظلم نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو تونگر اور فقیر کے بارے میں انصاف قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ)اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔"

"عن السدي قَالَ: اخْتَصَمَ إِلى رَسُولِ اللهِ ﷺ رَجُلانِ غَنِيٌّ وَفَقِيرٌ فَكَانَ ضِلْعُهُ مَعَ الْفَقِيرِ يَرَى أَنَّ الْفَقِيرَ لَا يَظْلِمُ الْغَنِي فَأَبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَقُومَ بِالْقِسْطِ فِي الْغَنِي وَالْفَقِيرِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ"[41]

- **اپنے حق میں فیصلہ کروانے کے لیے قاضی کو دباؤ میں ڈالنے کی ممانعت آئی ہے:۔**

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہودیوں کے کچھ لوگ جن میں کعب بن اسید، عبد اللہ بن صوریا اور شماس بن قیس شامل تھے، وہ دوسرے سے کہنے لگے ہم محمد ﷺ کے پاس چلتے ہیں، شاید ہم اسے اس کے دین کے بارے میں فتنے میں مبتلا کر سکیں۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہودیوں کے علما اور معزز لوگ ہیں، اگر ہم آپ ﷺ کی پیروی کر لیں تو تمام یہودی بھی ہماری اتباع کریں گے اور ہماری مخالفت نہیں کریں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان ایک جھگڑا ہے۔ ہم آپ ﷺ سے اس کا فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ ان کے خلاف ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان بھی لے آئیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق بھی کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس سے انکار فرما دیا تو اللہ تعالی نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: (وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَيْكَ)"ان سے ہوشیار رہے، کہیں یہ سلام کو اللہ تعالی کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر اُدھر نہ کر دیں۔"

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنْ جَمَاعَةٌ مِنَ الْيَهُودِ مِنْهُمْ كَعْبُ بنُ أَسَيدٍ وَعَبْدُ الله بن . صُورِيَا وَشَمَّاسُ بنُ قَيْسٍ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ إِذْهَبُوا بِنَا إِلَى مُحَمَّدٍ لَعَلَّنَا نُفْتِنَهُ عَنْ دِينِهِ فَأَتُوهُ فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدًا قَدْ عَرَفْتَ أَنَّا أَحْبَارُ الْيَهُودِ وَأَشْرَافُهُمْ وَأَنَّا إِنْ اتَّبَعْنَاكَ اتَّبَعْنَا الْيَهُودُ وَلَنْ يُخَالِفُونَا وَإِنَّ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ خُصُومَةٌ وَنُحَاكِمُهُمْ إِلَيْكَ فَتَقْضِي لَنَا عَلَيْهِم وَنَحْنُ نُؤْمِنُ بِكَ وَنُصَدِّقُكَ فَأَبَى ذَلِكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِمْ (وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ") [42]

- **نقصان کا ذمہ دار وہی ہوتا ہے جو کوتاہی کرنے والا ہوتا ہے:۔**

حرام بن محیصہ انصاری، براء بن عازبؓ سے روایت بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا: میری ایک اونٹنی تھی جو لوگوں کی فصلیں چر جانے کی عادی ہو گئی تھی۔ ایک دفعہ وہ ایک باغ میں داخل ہوئی اور اسے اجاڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں بات کی گئی تو آپ ﷺ نے فیصلہ فرمایا: کہ دن کے وقت باغ کی حفاظت اس کے مالکوں کے ذمہ ہے، جبکہ رات کے وقت مویشیوں کی حفاظت ان کے مالکوں کے ذمہ ہے۔ رات کے وقت مویشی اگر کوئی نقصان کر دیں تو ان کے مالکوں پر تاوان ہو گا۔

"عن حَرَامِ بنِ مُحْتِصَةَ الأَنْصَارِی عَنِ الْبَرَاءِ بنِ عَازِبٍ قَالَ: كَانَتْ لَهُ نَاقَةٌ ضَارِيَةٌ، فَدَخَلَتْ حَائِط فَأَفْسَدَتْ فِيهِ ، فَكُلِّمَ رَسُولُ اللهِﷺ فِيهَا فَقَضَى أَنَّ حِفْظُ الْحَوَائِطِ بِالنَّهَارِ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَنَّ حِفْظَ الْمَاشِيَةِ بِاللَّيْلِ عَلَى أَهْلِهَا وَأَنَّ عَلَى أَهْلِ الْمَاشِيَةِ مَا أَصَابَتْ مَا شِيَتَهُمْ بِاللَّيلِ" [43]

- **ایک قاضی کے لیے شواہد حال کی فہم کی کتنی اہمیت ہے:۔**

اگر ایک قاضی علامات و قرائن اور دلائل حال و مقال کا اس طرح فہم حاصل نہ کر سکے جس طرح وہ احکامات کے کلیات اصول و تفاصیل اور تجزیات کا فہم رکھتا ہے تو حق والوں کے حقوق ضائع کر بیٹھے گا اور بہت سارے غلط فیصلے کرے گا۔ ایک قاضی اور جج کے لیے دو چیزوں کا فہم اشد ضروری ہے ایک تو احکام کلیہ سے واقفیت رکھتا ہو اور دوسرا لوگوں کی نفسانیات اور ان کے احوال سے بھی واقف ہو تا کہ وہ اس فہم کی مدد سے سچ اور جھوٹ حق اور باطل میں امتیاز کر سکے اور صحیح فیصلہ کر سکے۔

- **مدعا علیہ کی قسم کا انکار قرینہ:۔**

قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کر رہا ہے تو یہ مدعا علیہ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ جو بندہ قسم نہیں اٹھا رہا ہوتا تو وہ جو اٹھا ہوتا ہے کیونکہ قسم سے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کہ فیصلے کے نظیر ایک دفعہ نبی سلام نے حضرت زبیر بن عوام کو حکم دیا کہ وہ حی بن اخطب یہودی کے چچا کو تعزیب کے ذریعے اس مال کو ظاہر کرنے پر مجبور کریں جو اس نے کہیں چھپا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ مال خرچ ہو گیا آپ نے فرمایا: مدت بہت تھوڑی ہے اور مال بہت زیادہ ہے ختم کیسے ہو گیا یہاں پر دو قرینے ہیں ایک یہ کہ مال بہت زیادہ ہے دوسرا یہ کہ مدت بہت کم ہے ان دو قرینوں کی وجہ سے آپ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اتنی کم مدت میں اتنے زیادہ مال کا خرچ ہونا ناممکن ہے۔

خلاصہ البحث:

یہ آرٹیکل عدلیہ کے ادارہ جاتی پہلوؤں کا تجزیاتی مطالعہ پر مبنی ہے، بالخصوص اس زاویے سے کہ کس طرح یہ پہلو معاشرے میں افراد کی **تعمیرِ شخصیت** میں کردار ادا کرتے ہیں۔ عدلیہ کسی بھی ریاست کا اہم ستون ہونے کے ناطے نہ صرف قانون کی بالادستی کو یقینی بناتی ہے بلکہ معاشرتی انصاف، اخلاقی اقدار اور انفرادی کردار سازی میں بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

آرٹیکل میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ عدالتی ادارے اپنی ساخت، فیصلوں، اور عمل درآمدی نظام کے ذریعے شہریوں میں عدل، دیانت، قانون پسندی اور ذمہ داری جیسے اوصاف پیدا کرنے میں کس حد تک مؤثر ثابت ہوتے ہیں۔ تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عدلیہ کی آزادی، شفافیت، اور قابلِ اعتماد عمل سے نہ صرف عوام کا اعتماد بڑھتا ہے بلکہ یہ عوامل اجتماعی سطح پر کردار سازی میں بھی معاون ہوتے ہیں۔

مزید برآں، مطالعہ اس بات پر بھی روشنی ڈالتا ہے کہ اگر عدلیہ خود غیر مؤثر، جانبدار یا سیاسی دباؤ کا شکار ہو، تو اس کے منفی اثرات براہِ راست معاشرتی اقدار اور فرد کی شخصیت پر مرتب ہوتے ہے، نیز ہمارے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات ججز کے لئے بہترین مثال ہے ان کی پیروی ججز کے لئے بہترین عملی نمونہ ہیں جس کو فولو کر کے ججز اپنی دنیا و آخرت سنوار سکتے ہیں

حوالہ جات

1. **النساء:** 58
2. ڈاکٹر، فقیر حسین، **پاکستان کا عدالتی نظام**، (فیڈرل جوڈیشیل اکیڈمی اسلام آباد، ط:2015ء)، 6 تا 9۔
3. Building judicial Independence in Pakistan, ICG SCR report, N86,10 November, 2004.
4. **المؤمن:** 48۔
5. **المائدہ:** 43۔
6. **الانعام:** 57۔
7. **المائدۃ:** 49
8. **الجامع الصحیح**، باب فی عدم قبول الشفاعۃ، بخاری، محمد بن اسماعیل، (دار الفکر بیروت 1993 3475)، حدیث نمبر:
9. **سورۃ النحل:** 90
10. ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن الترمذی**، (دار صادر بیروت۔1989ء)، حدیث نمبر:1341۔
11. اصبحی، مالک بن انس، **المؤطا**، (دار الاشاعت کراچی 2002ء)، حدیث نمبر:930۔
12. سورۃ الشوریٰ:38
13. ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن ابن ماجہ**، دار الحدیث الازہر۔1990ء)، حدیث نمبر:224۔
14. طبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الأوسط للطبرانی**، (مکتبہ رحمانیہ، لاہور 2011ء)، حدیث نمبر:3799۔
15. سورۃ المائدہ:8
16. بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:3475
17. ترمذی، **سنن ترمذی**، 1341
18. بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:5270
19. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، **السنن ابی داود**، (دار العلم بیروت۔1987ء)، حدیث نمبر:4321
20. **التغابن :** 14

[21] **سورۃ الشوریٰ:** 38

[22] **سورۃ النساء:** 58

[23] طبرانی، **المعجم الأوسط للطبرانی**، حدیث نمبر:3799۔

[24] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:7138۔

[25] دارمی، عبدالرحمن بن عبداللہ، **سنن الدارمی**، (دار ابن حزم ریاض1999ء)، حدیث نمبر:2765۔

[26] ابوداود، **سنن ابی داؤد**، حدیث نمبر:2943

[27] ابن حنبل، امام احمد بن محمد، **مسند احمد**، مکتبہ رحمانیہ، 2007ء)، حدیث نمبر:6778۔

[28] ابوداود، **السنن ابوداود**، حدیث نمبر:3589۔

[29] ابوداود، **السنن ابوداود**، حدیث نمبر:3582۔

[30] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:5404۔

[31] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث نمبر:2378۔

[32] قشیری، مسلم بن الحجاج، **صحیح مسلم**، (دار الکتب العلمیہ بیروت۔1997ء)، حدیث نمبر الحدیث:1717۔

[33] جامع ترمذی، **اسنن الترمذی**، حدیث نمبر:1331

[34] آشتیانی، محمد حسن بن جعفر، **کتاب القضاء**، (مکتبہ اجابۃ اہل البیت تہران، س۔ن)۔265

[35] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:6498

[36] **النساء:** 58

[37] مقالاتِ سیرت (حصہ اوّل) **نویں قومی سیرت کانفرنس**، (وزارتِ مذہبی اُمور، حکومتِ پاکستان، اسلام آباد1984ء)، 90۔

[38] سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان، **الدر المنثور فی التفسیر الماثور**، (مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان، 1996ء)، 2/180۔

[39] ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد ابن حبیب، **ادب القاضی**، (مکتبہ امدادیہ ملتان، 1985ء)، 2/387۔

[40] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث نمبر:7181

[41] طبری، محمد بن جریر، **جامع البیان عن تاویل آیِ القرآن**، (مکتبہ البشریٰ کراچی، 1987ء)، 9/303۔

[42] سیوطی، **الدر المنثور**، 2/290

[43] **سنن ابی داؤد**، حدیث نمبر:3048۔